حی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ

مؤلف

حضرت مولانا مفتی امان اللہ رئیس صاحب

مرتب

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، کراچی

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کی چند کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلہ اسقاط اور دُعا بعد نماز جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے
- عباد الرحمٰن کے اوصاف
- استشارہ (مشورہ) واستخارہ کی اہمیت
- آٹھ مسائل
- اصلی زینت

ناشر جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051

﴿فہرست﴾

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ..	۳
۲	مقدمہ طبع ثانی................................	۷
۳	مقدمہ طبع اول................................	۸
۴	حی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ..................	۱۲
۵	جب امام مسجد میں موجود ہو تو وہ اقامت کے کس لفظ پر کھڑا ہو؟..................	۱۲
۶	مقتدی کب کھڑے ہوں؟.........................	۱۳
۷	اقامت کا امام کے تابع ہونے کی دلیل..........	۱۴
۸	مقتدیوں کے قیام کا امام کے تابع ہونے کی دلیل	۱۴
۹	اقامت اور قیام دونوں کا بیک وقت حکم دینے کی دلیل	۱۵
۱۰	امام کے تشریف لانے سے قبل مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا حکم......................	۱۶
۱۱	تعاملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلیل..................	۱۸
۱۲	فقہ کیا کہتی ہے؟................................	۱۹
۱۳	کچھ مطالبات....................................	۲۷
۱۴	﴿تتمہ﴾...	۲۸
۱۵	﴿چیلنج کا جواب﴾................................	۳۱
۱۶	﴿اب ہمارا چیلنج﴾...............................	۳۲

پیش لفظ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم أما بعد !

برادرانِ محترم! دینی اور شرعی مسئلہ کو بصیرت سے سمجھنے کے لئے قرآن کریم نے ایک بے حد آسان معیار بتلایا ہے، اگر اس معیار کو سمجھ کر ذہن میں اچھی طرح محفوظ کر لیا جائے تو بآسانی حق و باطل، صحیح و غلط اور سنت و بدعت میں فرق سمجھا جاسکے گا۔ ذیل میں قارئین کی خدمت میں اس امید پر یہ معیار لکھدیا جاتا ہے تا کہ

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

قرآن کریم کا بتلایا ہوا معیار

وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ (پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷)

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ دین حقیقت اور معیار دو چیزیں ہیں۔

(۱) آپ ﷺ نے جو کرنے کے کام بتائے ہیں اُن کو کیا جائے۔

(۲) جو نہ کرنے کے کام بتائے ہیں ان کو چھوڑا جائے۔

کرنے اور نہ کرنے میں ان دو باتوں کا خیال رکھنا شریعت ہے، حق ہے، صحیح اور جنت کا راستہ ہے اور ان کے خلاف کرنا باطل، غلط، گمراہی، بدعت اور جہنم کا راستہ ہے۔

برادرانِ محترم! آپ ﷺ نے جو کرنے یا نہ کرنے کے کام بتلائے ہیں، ہر ایک کی تین تین صورتیں ہیں۔

کرنے کے کاموں کی تین صورتیں

(۱) زبان وقول سے بتلائے: جیسے ابو اُسَید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب نکلے تو پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (مسلم، مشکوۃ ۲۸)

اس حدیث میں قول و زبان سے یہ دعائیں بتلائیں کہ ان کو پڑھا کرو یہ کرنے کے کام ہیں۔

(۲) عمل سے بتلائے : جیسے حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے وضوء کیا پس ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا الخ (مشکوۃ صفحہ ۳۹)

اس حدیث میں آپ ﷺ کے عمل کا بیان ہے کہ وضوء میں یہ اعضاء تین مرتبہ دھویا کرتے تھے، گویا عمل کے ذریعے بتلایا کہ تین تین بار دھونا سنت ہے اور کرنے کا کام ہے۔

(۳) تقریر سے بتلائے : یعنی کوئی صحابی ؓ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کرے اور آپ ﷺ اس پر خاموش رہیں اس کو تقریر کہتے ہیں اور یہ اس کام کے جائز اور اچھے ہونے کی دلیل ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ خاموش نہ رہتے بلکہ ضرور منع فرماتے ...... جیسے رفاعۃ بن رافع ؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ پڑھا تو ایک شخص نے کہا "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْہِ" نماز کے بعد آپ ﷺ نے (اس کو ان کلمات کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ) فرمایا کہ تیس سے زائد فرشتے ان کے لکھنے میں ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے (بخاری، مشکوۃ ۸۲)

اس حدیث میں ان کلمات کی تعلیم قول یا فعل سے آپ ﷺ نے نہیں دی بلکہ ایک صحابی ؓ نے اپنی طرف سے یہ کلمات پڑھ لئے، آپ ﷺ نے سن لئے لیکن منع نہیں فرمایا بلکہ توصیف فرمائی، پتہ چل گیا کہ یہ بھی جائز، مستحب اور کرنے کا کام ہے۔ کبھی کبھی اس کو بھی پڑھنا چاہئے، خصوصاً نوافل اور سنن میں اس دعا کا معمول بنانا چاہئے۔

نہ کرنے کے کاموں کی تین صورتیں

(۱) زبان وقول سے منع فرمائیں: جیسے عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کے لئے قبرستان جاتی ہیں اور ان مردوں پر جو قبروں کو مسجدیں بناتے ہیں اور قبروں پر چراغاں کرتے ہیں۔

(ابوداود، ترمذی، نسائی، مشکوۃ ۱۷)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ عورتوں کا قبرستان جانا، چراغاں کرنا، ناجائز اور نہ کرنے کے کام ہیں۔

(۲) تقریر سے منع فرمائیں: یعنی کسی نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ نے دیکھا اور منع فرمایا جیسے حضرت ابوبکرۃ ؓ سے روایت ہے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ رکوع میں تھے چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ (تکبیر اول کہہ کر) رکوع میں چلے گئے، آپ ﷺ نے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے نیکی پر اور حریص کرے (لیکن آپ) پھر ایسا نہ کرنا (بخاری ۱۰۸)

اس حدیث میں جب حضرت ابوبکرۃ ؓ کا عمل سامنے آیا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ آئندہ ایسے نہ کرنا یعنی صف میں ملنے سے پہلے تکبیر کہہ کر نماز شروع نہ کرنا بلکہ صف میں ملنے کے بعد شروع کرنا، پتہ چل گیا کہ اگلی صف میں جگہ ہونے کے باوجود، پچھلی صفوں میں کھڑا ہونا ممنوع، ناجائز اور نہ کرنے کا کام ہے۔

(۳) عمل نہ کر کے منع کیا یعنی جس کام کے کرنے کا موقع تھا اور کرنے سے کوئی مانع بھی نہ تھا، پھر بھی آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام نہ کرنے کا ہے اور ممنوع و ناجائز ہے: جیسے عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ آپ ﷺ نے نہیں پڑھے، حضرت علی ؓ نے ایک شخص کو عید سے پہلے نفل پڑھنے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ آپ ﷺ نے نہیں پڑھے، اگر اچھا کام ہوتا تو ایک آدھ بار ضرور پڑھتے۔

برخوردار مولانا مفتی امان اللہ صاحب نے زیرِ نظر رسالہ میں جو مسئلہ لکھا ہے اگر مندرجہ بالا معیار کے مطابق اس پر غور کیا جائے تو یہ فیصلہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ اس مسئلہ میں حق اور صحیح بات کس کی ہے؟ مولانا صاحب نے واضح کر دیا ہے کہ جماعت کی نمازیں آپ ﷺ کے دور سے برملا ہر مسجد میں قائم ہوتی چلی آئی ہیں، کسی ایک مسجد میں فریقِ مخالف کا معمول قرون مشہود لھا بالخیر (وہ تین صدیاں جن کو آپ ﷺ نے بہترین قرون و زمانہ فرمایا ہے) میں نہ تھا اور نہ کوئی دکھا سکتا ہے۔ لہٰذا جب اس کا سرے سے وجود و ثبوت ہی نہیں تو یہ دین کی علامت اور حق کا شعار کیسے بنا؟

قارئینِ کرام! اس معیار کو ذہن میں رکھ کر فریقِ مخالف سے پوچھئے کہ قرون مشہود لھا

بالخیر کے تین سو سالہ زمانۂ خیر میں کسی ایک مسجد میں کسی ایک نماز میں کوئی ایک امام ایسا بتائیں جنہوں نے اقامت کے وقت کھڑے ہوئے لوگوں کو اہتمام سے بٹھایا ہو اور حی علی الصلاۃ تک بیٹھنے کو اسلام کا شعار سمجھا ہو؟

کیا آپ ﷺ نے (جب اعتکاف کے زمانہ میں مسجد میں موجود ہوتے تو) کسی ایک نماز میں شروع سے کھڑے ہوئے کسی ایک فرد کو بیٹھنے کا تاکیدی حکم دیا ہے؟

کیا ایسا کوئی حکم خلفائے راشدین (حضرت صدیقِ اکبر، حضرت فاروقِ اعظم، حضرت عثمانِ غنی اور حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہم) سے منقول ہے؟ ان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں اگر کسی مسجد میں زبردستی بٹھلانے کا اہتمام ہوتا تھا تو اس کا حوالہ آخر کیوں نہیں ملتا؟ الحاصل جب صدیوں اس عمل کا اہتمام اسلام اور مسلمان ہونے کا شعار نہ تھا اور نہ سمجھا جاتا تھا، آج وہ کیسے شعارِ اسلام بن گیا؟

لہٰذا مخلص مسلمان بھائیوں سے گذارش ہے کہ اس معیار کو حفظ یاد کر کے فریقِ مخالف کے جملہ بدعات اور مَن گھڑت باتوں کو دیکھئے ان شاء اللہ تعالیٰ سنت و بدعت کا فرق واضح طور پر معلوم ہو جائے گا

مثلاً: اذان سے قبل اذان کی آواز و انداز میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنا، میلاد کے جلسے و جلوس منعقد کرنا، تیجہ چالیسواں وغیرہ منانا، قبروں پر اذان دینا وغیرہ وغیرہ امور اس معیار پر پرکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ یہ مَا آتٰکُمُ کی تین صورتوں میں داخل ہیں یا مَا نَھٰکُمْ کی تین صورتوں میں؟ اگر آپ منصف مزاج اور مخلص ہوں گے تو میں دعوی سے کہتا ہوں کہ آپ کو یہ تمام امور نہ کرنے کی صورتوں میں نظر آئیں گے۔

آخر میں رب ذوالجلال والاکرام سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں، طالبینِ حق کے لئے تسلی اور تسکین کا ذریعہ بنائیں اور مولانا کو اس کا خوب خوب اجر عطا فرمائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ ھوالموفق

(استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی) احمد ممتاز (دامت برکاتہم العالیہ)

رئیس جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

۴/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَۃ (طبع ثانی)

الحمدللہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ کے پہلے عشرہ میں پیشِ نظر رسالہ کی طبع اول ہوئی، جس میں ہم نے بحمداللہ حدیث شریف اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ''حی علی الفلاح'' پر قیام کے مسئلہ پر مبنی برحق تحقیق باحوالہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی تھی، نیز جن فقہی عبارات سے فریق مخالف کو مغالطہ ہوا ہے ان کی نشاندہی اور صحیح مطلب بھی پیش کیا تھا۔ آج دو سال ہو چکے ہیں مگر ابھی تک فریق مخالف کی جانب سے کوئی جواب نہیں آیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریق مخالف نے بھی حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کر لیا ہے۔ ورنہ ہماری تحقیق پر کم از کم کچھ شبہات ہی پیش کر دیتے تاکہ ہم ان شبہات اور اعتراضات کا بھی جائزہ لے لیتے۔

طبع اول کے مقدمہ میں بندہ نے حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''ارشاد الانام'' (جو مسئلہ حی علی الفلاح پر قیام کے سلسلے میں تحقیق انیق ہے) سے متعلق نے عرض کیا تھا کہ ۱۴ سال ہونے کو ہیں اور رسالہ مسلسل حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کے مجموعہ احسن الفتاویٰ میں چھپ رہا ہے مگر نہ تو اس کے خلاف اور نہ ہی اس کی تردید میں فریق مخالف کوئی جواب دے سکا ہے اور نہ ہی حق کو پہچان اور سمجھ کر اظہارِ حق کر سکا ہے۔ البتہ سادہ لوح اور مخلص عوام جو حق کو سمجھنا چاہتے ہیں مگر اپنی لاعلمی کی وجہ سے دھوکے میں پھنسے ہوئے ہیں اگر وہ ٹھنڈے دل سے ہماری بات پر غور کر لیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان پر حق پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اسی لیے ایسے عوام کی اصلاح اور خیر خواہی کی خاطر اس امید پر ؎ ''شاید کے اتر جائے تیرے دل میں میری بات'' .... مکرر، سہ کرر اظہارِ حق سے باز بھی نہیں آسکتے۔

امان اللہ خادم تدریس

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ماری پور، کراچی

۲۰/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَۃ ﴿طبع اول﴾

فتن والحاد کے اس پُر آشوب دور میں جبکہ ایک جانب ہر چہار اطراف سے امتِ مسلمہ پر دشمنوں کی یلغار ہے اور ندیدے بھوکوں کی طرح کفار ایک دوسرے کو دعوتِ ضیافت، خونِ مسلم کی دے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف ان کے ایجنٹ ناموسِ رسالت پر حملہ آور ہیں، کہیں دل آزار لٹریچر کی صورت میں، کہیں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا انسانیت سوز شہرہ ہے، کہیں انگریز کا خود کاشتہ پودا قادیانیت کی شکل میں امتِ خیرالانام ﷺ کی پشت پر خنجر زن ہے، تو کہیں جدت پسند متجددین اور ملحدین، تحقیق کے نام پر شریعت مطہرہ کے خوبصورت اور روشن چہرے کو داغ دار کرنے کے درپے ہیں۔ عقل دنگ ہے...... حواس معطل ہیں...... اندام پر لرزہ طاری ہے کہ باطل ہر چہار جانب بلکہ شش جہات سے وار پر وار کئے جارہا ہے اور مسلمان کی غفلت ہے کہ مثلِ خوابِ خرگوش، ٹوٹ کر ہی نہیں دے رہی۔

اِدھر نظر دوڑائیے تو منکرینِ حدیث، اہلِ قرآن کا لیبل لگائے اور حسبنا کتاب اللہ کا دلفریب نعرہ لگاتے دینِ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں، اُدھر دیکھئے تو منکرینِ فقہِ اسلامی، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کا مسحور کن نعرہ لگائے (جو درحقیقت کلمۃ الحق ارید بھا الباطل ہی ہے) مادر پدر آزاد ذہنی آوارگی کی دعوتِ عام دے رہے ہیں...... کہیں غامدیت کی بدبودار وبا ہے تو کہیں ایک اور احمق نئی شریعت ایجاد کئے چودہ سو سالہ دینِ متین کو رسم ورواج کا نام دے کر نا قابل اعتبار ٹھہرا رہا ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امت مرحومہ کا دین دار و دین دوست طبقہ علمائے امت کی قیادت میں ان فتنوں کے مقابلے کے لئے صف آراء ہوتا مگر افسوس صد افسوس کے مفاد پرستوں نے اپنی ذاتی اغراض کی خاطر، اپنی ڈیڑھ بالشت کی حکومت اور سربراہی کی لذت اور دورویہ مریدین کی قطاروں کے دلخوشکن مناظر کے لئے امت کو ایسے فروعی مسائل جن کا تعلق صرف استحباب اور اَولویت کے باب سے ہے، میں الجھا کر اتحادِ امت کا ایسا شیرازہ بکھیرا کہ گھر گھر اختلاف میدانِ جنگ کا منظر پیش کرنے لگا ہے، محلے اور چوراہے مُناظروں کے اسٹیج بن گئے ہیں، یہاں تک کہ ان مسائل کی بنیاد پر دوسرے کو کالے کافر کی طرح مباح الدم سمجھا جانے لگا ہے۔

فی زمانہ ہماری حالت وہ ہو چکی ہے کہ جب عیسائیوں کی سلطنت چھن رہی تھی تو ان کے علماء

اس بحث میں مشغول تھے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا بول و براز پاک ہے یا نہیں؟ اور ایسی ہی حالت تاتاریوں کے بغداد پر حملہ کے وقت مسلمانوں کی تھی، جو مسلمانوں کے شاندار عروج کے زوال کا سبب بنی۔

مگر کیا کیا جائے؟ اب شہرت ہی اسی وقت ملتی ہے جب امت کے مسلّمہ تعامل کے خلاف کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑا جائے۔ ماضی قریب و بعید میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں جن کا شاید شمار بھی مشکل ہو، مثلاً عنایت اللہ مشرقی جن کی نظر میں پوری دنیا کے مسلمانوں کی مساجد کا قبلہ غلط تھا اور سب کی نمازیں برباد، سارے علماء کرام (نقل کفر کفر نباشد) جاہل مُلّا، گمراہ، علم سے نابلد (الی اللہ المشتکی)

جاوید غامدی جس کی نظر میں اگر اسلام کا (زاویوں، مثلثوں اور دائروں سے بھرپور) نیا ایڈیشن نہ نکالا جائے تو مسلمان نہ تو زمانے کے ساتھ چل سکتے ہیں اور نہ ہی کہیں پنپ سکتے ہیں۔

بابر آر چوھدری جس کو (جہل مرکب کے باوجود) اپنی قرآن دانی پر ایسا ناز گویا چودہ سو سال میں کوئی اس کے علاوہ قرآن کریم سمجھا ہی نہیں۔

یہ اور اس طرح کے بے شمار ٹٹ پونجیے درحقیقت اپنی جہالت پر نازاں و فرحاں پوری امت کو گمراہ ٹھہرائے، راہنمائے قوم بن بیٹھے ہیں گویا دینِ متین ابا میاں کی میراث ہی تو ہے کہ یہ ''میراثی'' اسے بازیچۂ اطفال بنائے ہوئے ہیں۔ مگر جب انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث علماء کرام نے ان کا تعاقب کیا تو حقیقۃً ان کی وہ حالت ہوئی کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ ہر ایک اپنی گمراہی کی سیاہ چادر سے منہ چھپائے کہیں کسی غار میں دب گیا۔

پیشِ نظر رسالہ ''حی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ'' بھی ایک ایسے ہی امر سے متعلق ہے جس کے استحباب کو سمجھنے ہی میں یار لوگوں سے خطا ہوئی ہے اور اس فہمِ غلط پر اس قدر اصرار کہ گویا ان کی فہم کے خلاف کرنے والے بس کچھ کافر ہی تو نہیں ہوئے ....

اس رسالے کے منصۂ شہود پر آنے کا سبب کچھ یوں ہے کہ بندہ کے احباب میں ایک بزرگ کے صاحبزادے اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز کے لئے جاتے تھے جہاں کے امام صاحب ''حی علی الصلاۃ'' سے قبل قیام کو مکروہ تحریمی اور ناجائز وحرام سمجھتے ہیں، وہ صاحبزادے اقامت کی ابتداء سے قیام کرتے تھے جس پر امام صاحب نے چند مرتبہ ان کو سخت تنبیہ کی تو انہوں نے اس مسجد میں نماز کے لئے جانا چھوڑ دیا اور بندے کے یہاں مسجد آنے لگے۔ پھر ان بزرگ نے اس کی وجہ پوچھی تو

صاحبزادے نے صورتحال سے آگاہ کیا، جس پر وہ بزرگ ان امام صاحب موصوف کی خدمت میں پہنچے ان سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو امام صاحب نے ایک چھوٹی سی چِٹ (پرچی، جس کا سائز غالباً ڈیڑھ ضرب ڈھائی یا تین انچ کا تھا) پر لفظ ''عینی''، ''ردمحتار'' (اوران میں سے شاید کسی کی جلد کا نمبر بھی تھا) لکھ کران کو دیدیا۔ محترم اس کو لے کر بندے کے پاس تشریف لائے تو بندے نے زبانی طور پر مختصراً ان کے سامنے مسئلہ کو واضح کیا تو محترم اصرار کرنے لگے کہ تحریر کی شکل میں مسئلہ لکھ کر انہیں دوں۔ ہر چند بندہ مصروفیت کا رونا روکر معذرت کی کوشش کرتا رہا مگر وہ مُصِر ہی رہے، آخرکار بندہ نے اس خدمت کے لئے حامی بھرلی، اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کام شروع کردیا، بحمد اللہ نتیجہ آج قارئین کرام کے ہاتھوں میں پیشِ نظر رسالے کی صورت میں ہے۔

واضح رہے کہ پیشِ نظر مسئلہ کوئی ایسا نیا اور لاینحل مسئلہ نہیں جو اس سے پہلے اٹھایا نہ گیا ہو اور اس کا جواب نہ دیا گیا ہو، تقریباً نصف صدی قبل بھی امت میں انتشار اور افتراق پھیلانے کی غرض سے یہ مسئلہ اچھالا گیا تھا اور علمائے حق نے اس کا تفصیل سے کافی شافی جواب لکھا اور اصل مسئلہ واضح طور پر بیان کیا، اور ایسے مُسکِت جوابات دیے کہ آج تک جن کا جواب الجواب پیش کرنے سے فریقِ مخالف عاجز ہے۔

اس کی سب سے بڑی مثال ماضی قریب میں حضرت اقدس مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ بنام ''ارشاد الانام'' ہے (یہ لاجواب رسالہ، احسن الفتاوی جلد۲ صفحہ ۲۹۹ تا ۳۱۲ موجود ہے) جو ایک ایسے ہی اتحادِ امت کو پارہ پارہ کرنے کے شوقین صاحب کی تحریر بنام ''ازالۂ اوہام'' کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ ''ارشاد الانام'' ۱۳۷۹ھ کو شائع کیا گیا، اس کی اشاعت سے متعلق حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس رسالے کی تالیف کے بعد اس کی چند نقول مؤلف ازالۂ اوہام اور بعض دوسرے حضرات کو بھیجدی گئی تھیں، خیال تھا کہ یہ فتنہ یہیں دب جائے گا، اس لئے اس کی اُس وقت عام اشاعت روک دی گئی، مگر افسوس کہ یہ سلسلہ ختم نہ ہوا، لہٰذا ۱۳۷۹ھ میں اسے شائع کیا گیا (احسن الفتاوی ۲/۳۰۰)

یاد رہے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالے کی تاریخِ تالیف ۳/ صفر ۱۳۷۲ھ ہے، سات سال انتظار اور اصلاح کی ہر ممکن کوشش کے بعد اس کو شائع کیا گیا۔ اور آج تقریباً ۴۱ سال ہونے کو ہیں کہ یہ رسالہ مسلسل احسن الفتاوی میں چھپ رہا ہے لیکن ابھی تک کسی کو جواب کی ہمت نہ ہوسکی۔

پیشِ نظر رسالہ بھی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی لاجواب تحریر کی روشنی میں لکھا گیا ہے کہ اس بے مثال تحریر کے ہوتے ہوئے کسی نئی تحقیق یا تحریر کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی، البتہ چونکہ حضرت رحمہ اللہ

تعالیٰ کی تحریر علماء کے لئے تو آسان ہے مگر ایک عام آدمی کے لئے اس کو سمجھنا کچھ دشوار ہے، اس لئے بندہ نے عبارت آسان کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور عوام الناس کے فہم کی مناسبت سے جابجا تقدیم و تاخیر، حذف و ذکر اور اختصار و تطویل (جہاں مناسب ہوا) کی صورت میں کچھ ترامیم بھی کی ہیں۔

اس تحریری کاوش کے سلسلے میں، مَیں اپنے محسنِ اعظم، مشفق ترین استاذ، میرے مشعلِ راہ حضرت اقدس مولای وملجای مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم، جن کے احسانات کا بدلہ بندہ ہزار ہا زندگیاں نذر کر کے بھی نہیں چکا سکتا، کی رہنمائی پر اللہ تعالیٰ کا کروڑ ہا شکر گذار ہوں اور اس پر بھی کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے مجھ ہیچ مدان وسیاہ کار کو حضرت کی بابرکت صحبت میں دین کے کام کے موقع عطا فرمایا۔ اب اس کے قدر کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہوں۔ آمین

پیشِ نظر رسالہ میں مسئلے کی علیٰ وجہ البصیرۃ وضاحت کی غرض سے درج ذیل امور بطور خاص ذکر کئے گئے ہیں

(۱) شرعاً وعقلاً ہر اعتبار سے مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲) تعامل صحابہ کرام علیہم الرضوان اور فقہ حنفی کی معتبر کتب سے واضح کی گیا ہے کہ اقامت کی ابتداء سے ہی امام اور مقتدیوں کو قیام کرنا چاہئے۔

(۳) مشائخِ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے کہ ابتداءِ اقامت سے ''حی علی الفلاح'' تک کھڑا ہونا مستحب ہے اس سے مزید تاخیر کرنا مکروہ ہے، نہ کہ ''حی علی الفلاح'' سے قبل قیام کرنا مکروہ ہے۔

(۴) فریقِ مقابل کی غلط فہمی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے اور اس سلسلے میں پیش کی جانے والی تقریباً تمام عبارات کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کے صحیح مطالب اور معانی بھی پیش کردیے گئے ہیں۔

(۵) آخر میں چند سوالات ہیں جن کے جوابات سے مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آجائے گا، (اگر کوئی جواب دینا چاہے تو چشم ما روشن دل ماشاد)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دینِ متین کی صحیح فہم علمائے حق کی تعلیمات کی روشنی میں عطا فرمائیں اور عمل کی توفیق ہر خاص و عام کو عطا فرمائیں اور ہمیں امت مرحومہ کی خدمت کی ایسی توفیق عطا فرمائیں کہ امت کے اتحاد کا شیرازہ ہماری وجہ سے بکھرنے نہ پائے بلکہ ہم ایسے کام کریں کہ امت متحد ہوکر کفر کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ آمین یا رب العلمین بحق سید المرسلین

بندہ امان اللہ، خادم تدریس (جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ماری پور کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حی علی الفلاح پر قیام کا مسئلہ

اصل مسئلہ : بنیادی طور پر یہاں دو مسئلے ہیں۔

(۱) امام کب کھڑا ہو؟ (۲) مقتدی کب کھڑے ہوں؟

اختلافی نقطہ سمجھنے کے لئے ہر مسئلہ کی تفصیل ضروری ہے، لہٰذا ذیل میں مناسب تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جب امام مسجد میں موجود ہو تو وہ اقامت کے کس لفظ پر کھڑا ہو؟

امام اگر مسجد میں موجود ہو تو امام اور مقتدی اقامت کے کس لفظ پر کھڑے ہوں؟ اس کے بارے میں احادیثِ مبارکہ میں کوئی حدِ معیّن نہیں آئی اسی لئے امام مالک اور جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ البتہ اقامت کی پہلی تکبیر کو علامتِ قیام سمجھتے ہوئے انہوں نے ابتداءِ اقامت سے قیام کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

فذهب مالک و جمهور العلماء الی أنه لیس لقیامهم حد، و لکن استحب عامتهم القیام اذا أخذ المؤذن فی الاقامة .

(عمدة القاری ۲۱۵/۴)

امام مالک اور جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کے قیام کی کوئی حد متعین نہیں لیکن عام طور پر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس کو مستحب سمجھتے ہیں کہ جیسے ہی مؤذن اقامت شروع کردے تو (مقتدی) کھڑے ہوجائیں۔

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ نے مؤذن کے اللہ اکبر کہتے ہی قیام کو واجب قرار دیا ہے۔

و عن سعید بن المسیب و عمر بن عبد العزیز رحمهما الله تعالی اذا قال المؤذن " الله أكبر " وجب القیام، و اذا قال "حی علی الصلوة" اعتدلت الصفوف و اذا قال " لا اله الا الله " كبر الامام.

(عمدة القاری ۲۱۵/۴)

سعید بن المسیب اور عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہہ دے تو کھڑے ہونا واجب ہے اور جب حی علی الصلاۃ کہے تو صفیں برابر ہوچکی ہونی چاہیے اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو امام تکبیر کہہ کر نماز شروع کردے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ اکبر سے لے کر حی علی الفلاح تک کھڑا ہونا مستحب ہے، حی علی الفلاح سے مزید تاخیر کرنا خلافِ استحباب اور مکروہ ہے۔

تنبیہ: امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا یہ مطلب بیان کرنا کہ حی علی الفلاح پر ہی کھڑا ہونا مستحب ہے اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے، یہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی وضاحتوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(قوله : و القیام لامام و مؤتم الخ) ...... و الظاهر أنه احتراز عن التأخیر لا التقدیم، حتی لو قام أول الاقامة لا بأس و حرر (الطحطاوی علی الدر المختار ۲۱۵/۱)

ترجمہ: (امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے) یہی ظاہر ہے کہ (حی علی الفلاح سے) تاخیر سے احتراز اور بچنا مقصود ہے نہ کہ اس سے قبل قیام کرنا ممنوع ہے، لہٰذا اگر کوئی اقامت کی ابتداء ہی سے قیام کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: حی علی الفلاح سے قبل قیام کی کراہت کا قول نہ تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہیں منقول ہے اور نہ ہی مشائخِ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے۔

(۱) مقتدی کب کھڑے ہوں؟

لوگوں کے کھڑے ہونے کا اقامت کے کسی لفظ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اقامت

اور قیام الناس دونوں کا تعلق شرعاً وعقلاً امام سے ہے۔

عقلاً: جماعت کی نماز میں امام ہر اعتبار سے امیر ومقتداء ہے لہذا جب امام نے اقامت کا حکم دے کر نماز شروع کروائی تو اقامت سنتے ہی فوراً کھڑے ہوجائیں۔ ورنہ جس معاملے میں امام کو امیر مقرر کیا گیا ہے اس میں امیر کی نافرمانی لازم آئیگی۔

مندرجہ بالا تقریر سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کا تعلق اقامت کے کسی کلمے اور لفظ سے نہیں بلکہ دونوں امام کے حکم کے تابع ہیں۔

شرعاً: یعنی احادیثِ مبارکہ کے تتبع اور تلاش سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

اقامت کا امام کے تابع ہونے کی دلیل:

عن جابر بن سمرة ؓ قال: كان بلال يؤذن اذا دحضت الشمس، فلا يقيم حتى يخرج النبي ﷺ، فاذا خرج الامام أقام الصلوة حين يراه.

(صحيح مسلم ۱/۲۲۱)

یعنی جب سورج ڈھل جاتا تو حضرت بلال ؓ اذان دے دیتے تھے اور جب تک نبی کریم ﷺ باہر تشریف نہ لاتے اقامت نہیں شروع کرتے، سو جب امام (رسول اللہ ﷺ) باہر تشریف لاتے (یعنی مسجد میں داخل ہوتے، کیونکہ آپ ﷺ کا حجرہ مبارکہ کچھ اس طرح مسجد سے ملا ہوا تھا کہ مسجد گویا کہ صحنِ حجرہ بن گیا تھا، قدمِ مبارک حجرہ سے باہر مسجد میں پڑتا تھا) تو جیسے ہی آپ ﷺ پر نظر پڑتی وہ نماز کے لئے اقامت شروع کر دیتے تھے۔

مقتدیوں کے قیام کا امام کے تابع ہونے کی دلیل:

عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: اذا أقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى تروني (صحيح البخاري، الرقم ۶۳۷، ۱۰۵، دارالسلام بيروت)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے نہ دیکھ لو، کھڑے نہ ہونا!

دیکھئے کتنی وضاحت وصراحت کے ساتھ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کا تعلق اقامت کے کسی لفظ سے نہیں بلکہ امام کے تابع ہے۔ فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و قوله: (حتى تروني) تسويغ للقيام عند الرؤية، و هو مطلق غير مقيد بشيء من ألفاظ الاقامة (فتح الباری ۲/۱۵۲)

یعنی ''حتی ترونی'' کا حکم کھڑے ہونے کی اجازت (کا اشارہ) ہے آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی، اور یہ مطلق ہے الفاظِ اقامت میں سے کسی بھی چیز کے ساتھ خاص نہیں۔

تنبیہ: یہ طریقہ شروع میں تھا کہ اقامت پہلے ہوتی تھی پھر آپ ﷺ جب تشریف لاتے تو مقتدیوں کا قیام بعد میں ہوتا، پھر آخر میں یہ طریقہ منسوخ ہوگیا اور ہمیشہ کے لئے اقامت کی ابتداء سے ہی امام اور مقتدی دونوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔

اقامت اور قیام دونوں کا بیک وقت حکم دینے کی دلیل: مکبر کو اقامت کہنے کا حکم دے کر مقتدیوں کو اس کی تکبیر سنتے ہی کھڑے ہونے کا حکم دینے کی دلیل یہ روایت ہے۔

عن عبدالرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب ان الناس كانوا ساعة يقول المؤذن الله أكبر يقومون الى الصلوة فلا يأتي النبي ﷺ مقامه حتى تعتدل الصفوف (فتح الباری ۲/۱۵۳)

یعنی جس وقت مؤذن (اقامت شروع کرتے ہوئے) اللہ اکبر کہتا تو لوگ اسی وقت کھڑے ہوجاتے اور صفیں درست کرنا شروع کرنے لگتے یہاں تک کہ آنحضرتِ ﷺ کے اپنے مصلائے مبارک پر تشریف لانے سے پہلے صفیں برابر ہوچکی ہوتی تھیں۔

نیز علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی نے حلیہ ابی نعیم سے روایت نقل فرمائی ہے کہ **اذا سمعتم النداء فقوموا فانها عزمة من الله** ،یعنی جب تم اقامت کی آواز سن لوتو فوراً کھڑے ہوجاؤ کیونکہ یہ (گویا) اللہ تعالی کا حکم (صادر ہورہا) ہے (ملخصاً من احسن الفتاوی ۲/۳۰۳) ﴿تو تعمیل ارشاد میں فوراً کھڑے ہوجانا چاہیے، نہ کہ نافرمانوں کی طرح بیٹھے رہنا چاہیے﴾

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جب امام اقامت کے ذریعہ سب مقتدیوں کو قیام کا حکم دینا چاہتے ہوں۔

تائید: امام مالک رحمہ اللہ تعالی بھی یہی فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کے قیام کا اقامت کے کسی لفظ سے کوئی تعلق نہیں، فرماتے ہیں: **لم أسمع فی قیام الناس بحد محدود** یعنی اقامت کے دوران لوگوں کے قیام کے بارے میں کسی مقرر حد کے بارے میں (یعنی کس کلمہ پر کھڑے ہوں؟ کس پر نہ ہوں؟) کوئی چیز مَیں نے نہیں سنی۔

امام کے تشریف لانے سے قبل مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا حکم

امام کے تشریف لانے سے قبل مقتدیوں کو قیام سے جو حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے وہ بھی مکروہ تنزیہی معلوم ہوتا ہے، دلائل یہ ہیں:

(۱) أما القیام قبل رؤیته فعده عبثا کما قال مرة اربعوا علی أنفسکم انکم لا تدعون أصم ولا غائبا حین راٰهم یبالغون فی الجهر فلیس فیه أن الجهر ممنوع کما فهمه بعضهم بل ایذان فهکذا القیام من قبل

(فیض الباری ۲/۱۸۷)

کہ آنحضرت ﷺ کو دیکھنے سے قبل کھڑے ہونے کو بے فائدہ ٹھہرایا گیا ہے (تو یہ ناپسندیدگی کی وجہ سے تھا) جیسے ایک بار (جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زور سے ذکر کرتے دیکھا تو) فرمایا کہ اعتدال سے ذکر کرو، تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، تو اس سے ذکر بالجہر کا ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ صرف اعتدال کے ساتھ ذکر کی پسندیدگی معلوم ہوتی ہے ایسے ہی جماعت کی نماز میں آنحضرت ﷺ کو دیکھنے سے قبل قیام کی ناپسندیدگی کا مسئلہ ہے۔

(۲) حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و أما حدیث أبی هریرة رضی اللہ عنہ الآتی قریباً بلفظ أقیمت الصلوة فسوی الناس صفوفهم فخرج النبی ﷺ و لفظه فی مستخرج أبی نعیم : فصف الناس صفوفهم ثم خرج علینا و لفظه فی مسلم : أقیمت الصلوة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن یخرج الینا النبی ﷺ فاتی فقام مقامه ، الحدیث ، و عنه فی روایة أبی داود ان الصلوة کانت فقام لرسول الله ﷺ فیأخذ الناس مقامهم قبل أن یجیء النبی ﷺ ، فیجمع بینه و بین حدیث أبی قتادة رضی اللہ عنہ بأن ذلک ربما وقع لبیان الجواز (فتح الباری ۲/۱۵۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مختلف طریقوں اور الفاظ سے مروی ہے، کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مسجد میں اپنی جائے نماز پر تشریف لانے سے پیشتر ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوکر صفیں درست کرلیا کرتے تھے اور سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ جب تک مجھے نہ دیکھ لو کھڑے نہ ہونا، تو بظاہر دونوں میں تعارض ہے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ بیان جواز کے لئے تھا یعنی آپ ﷺ کے آنے سے پہلے بھی کھڑے ہونا جائز ہے۔

اسی قسم کا مضمون عمدۃ القاری وغیرہ میں بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خروج امام سے پہلے بھی قیام مقتدی جائز ہے، لہٰذا نہی اور منع کو تنزیہ پر محمول کیا جائے گا۔

(۳) علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قال العلماء : و النهی عن القیام قبل أن یروه لئلا یطول علیهم القیام

(عمدة القاری ۴/۲۱۵)

یعنی علماء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو دیکھنے سے قبل قیام سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ کہیں دیر تک قیام (کی مشقت) اٹھانی نہ پڑے۔

اور فتح الباری میں ہے:

فنهاهم عن ذلک لاحتمال أن يقع له شغل يبطئ فيه عن الخروج فيشق عليهم انتظاره (فتح الباری ٢/١٥٣)

کہ حضور ﷺ کو دیکھنے سے قبل کھڑے ہونے سے اس احتمال کی وجہ سے منع کیا کہ ہو سکتا ہے آپ ﷺ کو کوئی کام درپیش ہو جاتا جس کی وجہ سے مسجد تشریف لانے میں دیر ہو جاتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار میں کھڑے رہ کر مشقت میں پڑتے۔............ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی محض شفقت کی وجہ سے تھی۔

جملہ احادیثِ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ قیامِ امام سے قبل مقتدیوں کا کھڑا ہونا صرف مکروہ تنزیہی ہے، بہتر یہ ہے کہ قیامِ امام کے بعد قیام کیا جائے اور قیامِ امام کی علامت اور اعلان ابتدائے اقامت (یعنی لفظ اللہ اکبر) سے ہوتا ہے۔ اس لئے مقتدی اللہ اکبر کا لفظ سنتے ہی کھڑے ہو جائیں اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اور عمل تھا۔

تعاملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلیل:

سننِ أبی داود شریف میں ہے:

عن کهمس قال: قمنا الی الصلوة بمنی و الامام لم یخرج فقعد بعضنا فقال لی شیخ من أهل الکوفة: ما یقعدک؟ قلت: ابن بریدة قال: هذا السمود، فقال لی الشیخ: حدثنی عبدالرحمن بن عوسجة عن البراء بن عازب رضی الله عنه قال: کنا نقوم فی الصفوف علی عهد رسول الله ﷺ طویلا قبل أن یکبر الخ (سنن أبی داود ١/٨٠)

قال أبو الحسن السندی رحمه الله تعالی: هذا یدل علی أن قیامهم کان لانتظار النبی ﷺ بل یجوز أن یکون بعد حضوره ﷺ (فتح الودود

بحواله احسن الفتاوی ٢/٣٠٥)

و قال فی بذل المجهود: فثبت بهذا أن القیام فی انتظار الامام غیر منهی عنه و ثبت أن ما قال ابن بریدة أن هذا السمود المنهی عنه غیر صحیح (بذل المجهود ١/٣٠٩)

ترجمہ: کہمس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم منی میں نماز کے لئے کھڑے تھے، امام ابھی تک نہ آئے تھے اس لئے ہم میں کچھ بیٹھ گئے، اہل کوفہ میں سے ایک بزرگ عالم نے مجھ سے پوچھا: تم کیوں بیٹھ گئے؟ میں نے کہا کہ ابن بریدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ سمود (تکبر سے سر اٹھانا ہے جس سے احادیث مبارکہ میں منع وارد ہے) تو اس شیخ نے فرمایا کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عوسجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی، فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں صفوں میں کافی دیر تک کھڑے رہتے تھے، حضور ﷺ کی نماز شروع کرنے سے قبل الخ

ابوالحسن سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے کہ یہ قیام نبی کریم ﷺ کے انتظار میں تھا بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد بھی یہ قیام رہا ہو۔

بذل المجہود میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوا کہ امام کے انتظار میں قیام جبکہ وہ ابھی تک اپنی جائے نماز پر نہ آئے ہوں، ممنوع نہیں، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ابن بریدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کو سمود میں داخل سمجھ کر منع فرمایا تھا وہ صحیح نہیں۔

فقہ کیا کہتی ہے؟

چونکہ حدیث شریف میں مقتدیوں کے قیام کو امام کے قیام کے تابع قرار دیا گیا ہے اس لئے فقہ میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے اور معمول بہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ

عالمگیریہ میں ہے:

فاما ان کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجدمن قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف، و الیه مال شمس الأئمة الحلوانی و السرخسی و شیخ الاسلام خواهر زاده، و ان کان الامام دخل المسجد من قدامهم یقومون کما رأواالامام (الهندیة ۱/۵۷)

ترجمہ: پھر اگر امام مسجد سے باہر ہوتو اگر وہ مسجد میں (پچھلی) صفوں کی جانب سے داخل ہوں تو جس صف سے گزریں وہ صف کھڑی ہوتی جائے (اسی کو امام حلوانی، امام سرخسی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ رحمہم اللہ تعالی نے اختیار کیا ہے) اور اگر امام سامنے کی جانب سے داخل ہوں تو جیسے ہی لوگ ان کو دیکھ لیں کھڑے ہو جائیں۔

یہی مضمون رد المحتار، بدائع الصنائع اور تبیین الحقائق میں بھی ہے نیز بدائع میں یہ عبارت بھی ہے:

و لأن القیام لأجل الصلوة و لا یمکن أدائها بدون الامام فلم یکن القیام مفیدا (بدائع الصنائع ۱/۲۰۰)

چونکہ یہ قیام نماز کے لئے ہے اور نماز بدوں امام ادا نہیں ہوسکتی، تو قیام کا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

مندرجہ بالا عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ مقتدیوں کے قیام کا اقامت کے کسی لفظ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ قیامِ امام کے تابع ہے۔

اعتراض: بعض کہتے ہیں کہ حی علی الفلاح سے پہلے قیام کے مکروہ ہونے کی دلیل درِمختار میں موجود یہ جزئیہ ہے: دخل المسجد و المؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ، کہ اگر مقتدی مسجد میں داخل ہوا اور مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو مقتدی بیٹھ جائے (اس جزئیہ سے صاف معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے ورنہ اس شخص کو بیٹھنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

جواب: نمبر(۱) اس قسم کی جزئیات ہمارے خلاف نہیں! بلکہ ان سے درج ذیل وجوہ کی بناپر ہماری تحقیق کی مزید تائید ہوتی ہے۔

(الف) ان جزئیات میں حی علی الفلاح کا کہیں ذکر نہیں

(ب) اقامت کہنے والے نے کہاں تک اقامت پہنچائی ہے اس کا کہیں ذکر نہیں

(ج) ان میں صراحۃً یہ حکم دیا گیا ہے کہ یہ آنے والا مقتدی امام کے قیام تک بیٹھا رہے جس سے واضح طور پر ہماری بات ثابت ہوئی کہ مقتدی کے قیام کا تعلق امام سے ہے، اقامت کے کسی لفظ سے نہیں۔

ان جزئیات کی عبارات مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

قال فی الدر: دخل المسجد و المؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاه.

وفی الشامیة: قوله: (قعد)ویکره له **الانتظار** قائما ولکن یقعدثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح انتهی هندیة عن المضمرات(الشامیة ۲/۷۱،امدادیة)

درمختار میں فرمایا ہے: کوئی (شخص) مسجد میں داخل ہوا جبکہ مؤذن اقامت کہہ رہا تھا تو وہ شخص بیٹھ جائے یہانتک کہ امام اپنی جائے نماز پر آ کھڑا ہو جائے............

اور شامیہ میں ہے: (بیٹھ جائے) کہ مقتدی کے لئے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح تک پہنچ جائے تو کھڑا ہو جائے ......

و اذا أخذ المؤذن فی الاقامة و دخل رجل المسجد فانه یقعد **و لا ینتظر** قائما فانه مکروه، کما فی المضمرات للقهستانی، و یفهم منه کراهة القیام ابتداء الاقامة و الناس عنها غافلون

(الطحطاوی علی مراقی الفلاح)

یعنی جب موذن اقامت شروع کردے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ

بیٹھ جائے اور کھڑے رہ کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ (کھڑے رہ کر انتظار کرنا) مکروہ ہے،............ اس سے ابتداءِ اقامت سے قیام کی کراہت معلوم ہوتی ہے جبکہ لوگ اس سے غافل ہیں۔

شامیہ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں جو مضمرات کا جزئیہ ہے اس میں "الانتظار" اور " ولا ینتظر" کے جلی الفاظ اس بات پر واضح قرینہ ہیں کہ امام یا تو ابھی تک مسجد میں داخل ہی نہیں ہوا، یا مسجد میں تو ہے مگر ابھی تک اپنی جائے نماز پر کھڑا نہیں ہوا (اسی لئے اس کو بیٹھنے کا کہا گیا ہے اور کھڑا ہو کر انتظار کرنا ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے) تو اس صورت میں مقتدی کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اب آپ حی علی الفلاح سے مزید تاخیر نہ کریں بلکہ کھڑے ہو کر صفیں برابر کر لیں، کیونکہ خود امام طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول کراہت حی علی الفلاح سے تاخیر کی صورت میں ہے نہ کہ تقدیم میں، لہٰذا کوئی اگر ابتدائے اقامت سے ہی کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ذیل میں عبارت مع الترجمہ ملاحظہ فرمائیں......

(قوله : و القيام لامام و مؤتم الخ) ...... و الظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الاقامة لا بأس و حرر (الطحطاوى على الدر المختار ۱/۲۱۵)

ترجمہ: امام اور مقتدی کا قیام الخ...... (امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے) یہی ظاہر ہے کہ (حی علی الفلاح سے) تاخیر سے احتراز اور بچنا مقصود ہے نہ کہ اس سے قبل قیام کرنا ممنوع ہے، لہذا اگر کوئی اقامت کی ابتداء ہی سے قیام کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

نمبر (۲) اگر حی علی الفلاح سے پہلے قیام کرنا مطلقاً مکروہ ہوتا تو امام کے خارجِ مسجد سے اندر آنے کی صورت میں امام کو دیکھتے ہیں قیام کرنا (اگرچہ مؤذن حی علی الفلاح تک نہ پہنچا ہو) مندوب اور مستحب نہ ہوتا، حالانکہ اس صورت میں بالاتفاق

امام کو دیکھتے ہی قیام کرنا مستحب ہے (**كما فى الهندية ۱/۵۷**) اس سے معلوم ہوا کہ کراہت کا جزئیہ مخصوص ہے اس صورت کے ساتھ کہ امام اپنے مصلے پر کھڑا نہ ہوا ہو۔

(۳) نیز اگر اتفاقاً بھی یہ کراہت ثابت ہو جاتی تو بھی چونکہ یہ کراہت تنزیہی ہے اس لئے اس کی وجہ سے کسی پر بھی طعن و تشنیع کرنا ہرگز جائز نہیں

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ درِمختار کے حاشیہ میں (باب الاذان کے آخر میں) فرماتے ہیں:

(قوله : قعد) لم يبين حكمه و الظاهر أنه مندوب .

(الطحطاوى على الدر المختار ۱/۱۸۹)

ترجمہ : (امام کے انتظار میں کھڑا نہ ہو بلکہ) بیٹھ جائے، (صاحبِ درِمختار نے اس بیٹھنے کے) حکم کی وضاحت نہیں فرمائی (کہ یہ سنت ہے یا مستحب وغیرہ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم مستحب ہے (اور مستحب کا مقابل مکروہِ تنزیہی ہوتا ہے، کما لا یخفی) پھر کراہتِ تنزیہیہ پر بھی علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعتراض کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

وفيه ان قيامه تهيؤ للعبادة فلا مانع منه.

(الطحطاوى على الدر الختار ۱/۱۸۹)

یعنی کراہتِ تنزیہیہ کی صورت میں یہ اشکال ہے کہ مقتدی کا یوں کھڑا ہونا تو عبادت کے لئے تیار ہونا ہے لہٰذا اس سے کوئی مانع نہیں ہونا چاہیے۔

الحاصل امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ حی علی الفلاح تک کھڑا ہو جانا مندوب ہے، اس سے تاخیر کرنا خلافِ ادب ہے، البتہ تقدیم یعنی حی علی الفلاح سے پہلے کھڑے ہونا خلافِ ادب نہیں۔ اور اگر امام نے قیام نہیں کیا یا امام مسجد سے خارج ہے تو اس صورت میں قیامِ الناس کی کراہت ائمۂ حنفیہ سے تو منقول نہیں البتہ مشائخِ حنفیہ نے اس صورت میں قیام کو مکروہِ تنزیہی کہا ہے مگر علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے۔ لہٰذا مشائخِ حنفیہ سے بھی اس کی کراہت تنزیہیہ مختلف فیہا

ہوئی گویا کراہت مزید کمزور ہوگئی۔

اگر امام طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح کے خلاف امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا وہی مطلب لیا جائے جو بعض لوگوں نے سمجھا ہے تو ایسی صورت میں درج ذیل امور قابلِ غور ہیں۔

(۱) امرِ مندوب و مستحب پر اصرار اور اس کے تارک اور چھوڑنے والے پر رد اور انکار، گناہ اور بدعت ہے۔

كما صرح به الطيبي فى شرح المشكوة تحت حديث ابن مسعود رضي الله عنه فى التزام الانصراف عن اليمين بعد الصلوة، مانصه فيه ان من اصر على مندوب و جعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقداصاب منه الشيطان .

(الطيبي شرح المشكوة ۲/۴۴۶)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس نے امرِ مندوب پر اصرار کیا اور اس پر فرض اور واجب کی طرح عمل کرنے لگا اور شریعت کی عطا کی ہوئی رخصت پر عمل نہیں کیا اور نہ اس کو جائز سمجھا تو اس نے شیطان کی پیروی کی۔

نیز فقہ حنفی کی معتبر کتاب تنویر الابصار میں اس مسئلے کو آداب میں ذکر کیا گیا ہے اور درِ مختار میں ادب کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

تركه لا يوجب اساء ة ولا عتابا كترك سنة الزوائد.

(رد المحتار ۲/۲۱۴)

یعنی ادب ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کا ترک کسی قسم کے گناہ اور ملامت کا سبب نہ ہو جیسا کہ سنن زوائد یعنی غیر موکدہ۔

فیض الباری شرح البخاری میں ہے :

وكيف ما كان ليست المسألة من مسائل نفس الصلوة بل من الاداب فان قام أحد قبله لا يكون عاصياً(فيض البارى ۲/۱۸۷)

یعنی جب کہ یہ (قیام مقتدی قبل الامام) فی نفسہ ان مسائل میں سے نہیں جن پر نماز کی صحت و کمال اور عدمِ صحت کا مدار ہو، بلکہ صرف آداب میں سے ہے، تو اگر کوئی مقتدی اس کے برخلاف امام سے پہلے بھی کھڑا ہو جائے تو بھی گناہ گار نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی مقتدی امام کے مصلے پر کھڑا ہونے سے پہلے کھڑا ہو جائے تب بھی گناہگار اور لائقِ ملامت نہیں ہوگا بلکہ اس پر انکار اور ملامت کرنے والے ہی مستحب اور مندوب پر شدتِ اصرار کی وجہ سے گناہگار ہونگے۔

(۲) آدابِ نماز میں سے یہ بھی ہے کہ ''قد قامت الصلوۃ'' کہتے وقت امام تکبیرِ تحریم کہے مگر ایک عارض کی وجہ سے اس ادب کے برخلاف تاخیر کرنا بالاتفاق افضل ہے، وہ عارض یہ ہے کہ مؤذن تکبیرِ تحریم میں امام کے ساتھ شامل ہو سکے۔ درِ مختار میں ہے :

(وشروع الامام) فى الصلوة (مذ قيل قد قامت الصلوة) و لو أخر حتى أتمها لابأس به اجماعا، وهو قول الثانى والثالثة، وهو أعدل المذاهب، كما فى شرح المجمع لمصنفه،وفى القهستانى معزيا للخلاصة أنه الأصح.

وفى رد المحتار : (قوله : أنه الأصح) لان فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن و اعانته له على الشروع مع الامام.

(رد المحتار ۲/۲۱۶، ۲۱۷، رشيديه)

ترجمہ: اور آدابِ نماز میں سے ہے) امام کا نماز شروع کرنا اس وقت جب قد قامت الصلوۃ کہہ دیا جائے اور اگر امام تکبیرِ تحریم موخر کردے جب بھی اس میں اجماعاً کوئی حرج نہیں اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہی مناسب ترین مذاہب میں سے ہے، جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنی شرح ''مجمع'' میں ہے اور قہستانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلاصۃ الفتاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہی اصح

(صحیح تر) ہے۔

اور شامیہ میں ہے: کیونکہ اس میں اس بات کی حفاظت ہے کہ موذن کو امام کے ساتھ نماز شروع کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

بعینہ اسی طرح مسئلہ قیام میں بھی ایک عارض موجود ہے اور وہ عوام کے لحاظ سے لازم کی طرح ہے اس عارض کی وجہ سے بھی اقامت سے پہلے لوگوں کے کھڑے ہونے کو افضل کہا جائے گا، اور وہ عارض تسویہ صفوف یعنی صفوں کی درستگی کا اہتمام وتاکید (جو احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے) اور عوام کی اس سے غفلت اور سستی ہے جس کا مشاہدہ شب وروز ہوتا ہے۔

(۳) مندرجہ ذیل اشیاء اور امور آدابِ نماز میں سے ہیں۔

(الف) حی علی الفلاح کے وقت قیام کرنا (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۷۷)

(ب) اقامت کا جواب دینا (عالمگیریہ ۱/ ۵۷)

(ج) قد قامت الصلوۃ کے وقت امام کا اللہ اکبر کہنا (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۷۸)

(د) مقتدی کی تکبیرِ تحریمہ کا امام کی تکبیرِ تحریمہ سے متصل اور ملا ہوا ہونا (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۵۹)

(ہ) تکبیرِ تحریمہ سے پہلے ”انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰت والأرض حنیفا وما أنا من المشرکین ،ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین“ پڑھنا (التاتارخانیہ ۱/ ۳۸۹)

(و) امام کے قراءت شروع کرنے سے پہلے مقتدیوں کا ثناء یعنی سبحانک اللھم وبحمدک الخ سے فارغ ہوجانا (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۵۹)

ان چھ آداب کے ساتھ ساتھ صفوں کی درستگی بھی نہایت اہم اور مؤکد حکم ہے۔ ظاہر

ہے کہ ان سب چیزوں کو بیک وقت کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے لازماً بعض آداب کو چھوڑنا پڑے گا۔ ورنہ اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ میں تمام آداب ایک ہی وقت میں صفوں کی درستگی کے ساتھ بجالاسکتا ہوں تو بسم اللہ، عوام کے بھرے مجمع میں اس کا مظاہرہ فرمالیں۔ دیدہ باید

(۴) صفوں کی درستگی کی غرض سے دو آداب (حی علی الفلاح کے وقت قیام کرنا اور قد قامت الصلوۃ کے وقت امام کا اللہ اکبر کہنا) میں سے ایک کو لازماً چھوڑنا پڑے گا، لہٰذا ہم یہ سوال کرنے پر خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں کہ آپ لوگوں نے پہلے ادب کو تو اپنایا ہوا ہے جب کے دوسرے کو سرے سے چھوڑ دیا ہے تو آخر پہلے کو اختیار کرنے اور دوسرے کو چھوڑنے کی دلیل کیا ہے؟

(۵) مندرجہ بالا تمام آداب کو بیک وقت بجالانا کیوں کہ مشکل تھا اس لئے حی علی الفلاح کے وقت قیام کرنے کے ادب کو امت نے چھوڑ دیا اور دوسرے آداب پر عمل جاری رکھا اب تمام اسلامی ممالک میں بالاتفاق متروک ادب کو اپنانے اور اختیار کیئے ہوئے آداب کو چھڑوانے اور اس پر اس قدر زور دے کر فتنہ برپا کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ اور اس میں دین کی کون سی خدمت ہے؟

اوپر ذکر کردہ پانچ باتیں بطورِ فرض لکھ دی گئی ہیں، ورنہ ندب اور استحباب کے معنی کی حقیقت علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں گزر چکی ہے کہ حی علی الفلاح سے تاخیر نہ کرنا آداب میں سے ہے، یہ نہیں کہ اس سے پہلے قیام کرنا خلافِ ادب ہے۔

کچھ مطالبات

ہم آخر میں ان لوگوں سے جو حی علی الفلاح سے پہلے قیام کو مکروہ اور ناجائز کہتے ہیں صرف چار سوالات کے جواب کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ ایک ایسی بحث جوامتِ مرحومہ میں بلاوجہ انتشار اور تفرقہ کا باعث بنی ہوئی ہے، اس کی حیثیت واضح ہوجائے اور حق

بات ہر خاص و عام سمجھ سکے اور اس بے جا ضد وعناد کو چھوڑ کر اتحادِ امت کی فکر کی جا سکے۔

سوال نمبر۱ : کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث ایسی پیش کرے جس میں یہ بیان ہو کہ امام اور مقتدی دونوں حی علی الفلاح سے پہلے بیٹھے رہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔

نوٹ : ہم نے ایک قولی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اقامت میں اللہ اکبر سنتے ہی قیام کرنا چاہیے اور ایک فعلی حدیث سے واضح کیا ہے کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان اقامت میں اللہ اکبر کا لفظ سنتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے۔

سوال نمبر۲ : امامِ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی ضعیف سے ضعیف روایت دکھائیں کہ آپ نے حی علی الفلاح سے پہلے قیام سے منع فرمایا ہو یا اسے مکروہ قرار دیا ہو۔

سوال نمبر۳ : فقہ کی کسی کتاب کی کوئی ایسی عبارت لائیں جس میں حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر قیام کو سنت یا واجب کہا گیا ہو اور اس سے پہلے کھڑے ہونے والوں کے لئے وعید اور ملامت کا ذکر ہو۔

تتمہ

عرصہ ہوا ایک اشتہار بعنوان ''غافل کون ......؟'' نظروں سے گزرا، جس میں صاحبِ اشتہار نے مسئلہ کے عنوان میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''جب امام اور مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے ۔ یہ مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔''

موصوف کے دعوے اور دلائل میں کئی وجوہ سے کوئی مناسبت نہیں............

(۱) صاحبِ اشتہار کو غالبًا اب تک اس میں تردد ہے کہ حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا چاہیے یا حی علی الفلاح پر، اس لئے دعویٰ بھی شک اور تردد کے ساتھ کر رہے ہیں، جزم

اور یقین کے ساتھ نہیں!

(۲) صاحبِ اشتہار نے حی علی الفلاح کے ساتھ حی علی الصلاۃ کو بھی ملا دیا ہے حالانکہ ان کی پیش کردہ تمام عبارات میں صرف حی علی الفلاح کا ذکر ہے نہ کہ حی علی الصلاۃ کا (چونکہ مولانا کو معلوم تھا کہ ہمارا فرقہ فقہی عبارات کے برخلاف، حی علی الصلاۃ پر قیام کرتا ہے اور بقول صاحبِ اشتہار مولانا کے یہ مکروہ ہے) تو اپنے فرقے کو کراہت سے بچانے کے لئے اضافہ کر دیا، جبکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پیش کردہ عبارات کی روشنی میں مولانا کو صاف لکھنا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں جن مساجد میں حی علی الصلاۃ پر لوگ کھڑے ہوتے ہیں وہ بھی مکروہ کام کرتے ہیں۔ مولانا سے ہماری گذارش ہے کہ یہ شریعت اور تحقیق ہے یا مسلک پرستی؟

(۳) نمبر۱ اور۲ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جو روایتیں پیش کی گئی ہیں ان میں قد قامت الصلوۃ پر کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور اس سے پہلے قیام کو مکروہ کہا گیا ہے، تو یہ عبارتیں تو خود مصنف ہی کے دعوے کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح دونوں قد قامت الصلاۃ سے پہلے ہیں۔

نیز ان عبارتوں کا عبارت نمبر۳، ۵، ۶، ۷، ۸ اور ۹ سے تعارض بھی ہے کیونکہ ان عبارات میں حی علی الفلاح سے پہلے کراہت کا ذکر ہے جبکہ نمبر۱ اور ۲ میں قد قامت الصلوۃ سے پہلے کراہت کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حی علی الصلاۃ یا حی علی الفلاح پر بھی قیام مکروہ ہے۔

(۴) عبارت نمبر۳ اور۴ کا تو اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اس صورت سے ہے کہ یا تو امام اپنی جگہ کھڑا ہی نہ ہو یا مسجد میں ابھی تک آیا ہی نہ ہو، جبکہ جس مسئلہ میں ہم بحث کر رہے ہیں اس صورت کے ساتھ خاص ہے کہ جب امام اور مقتدی دونوں مسجد میں ہوں تو اس سے متعلق وہ عبارت ہے جو علامہ طحطاوی رحمہ اللہ

تعالی نے درِمختار کے حاشیہ میں نقل فرمائی ہے۔ملاحظہ فرمائیں......

(قولہ : و القیام لامام و مؤتم الخ) ...... و الظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الاقامة لا بأس و حرر. (الطحطاوی علی الدر المختار ۲۱۵/۱)

ترجمہ: امام اور مقتدی کا قیام الخ......(امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کے قول سے) یہی ظاہر ہے کہ (حی علی الفلاح سے) تاخیر سے احتراز اور بچنا مقصود ہے نہ کہ اس سے قبل قیام کرنا ممنوع ہے، لہذا اگر کوئی اقامت کی ابتداء ہی سے قیام کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۵) نمبر ۵ اور ۶ میں ترتیب وار علامہ احمد ابن حجر قسطلانی رحمہ اللہ تعالی (جن کو موصوف نے عسقلانی لکھا ہے) کی ارشاد الساری اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی کی فتح الباری کے حوالے سے امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کا مذہب حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا نقل کیا ہے، حالانکہ یہ دونوں بزرگ شافعی المسلک ہیں اور انہوں نے اجمالاً امام صاحب کا قول نقل کیا ہے جس کی تفصیل ماسبق میں ہم علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حی علی الفلاح تک کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس سے تاخیر خلاف ادب اور مکروہ ہے، اس سے قبل قیام میں کوئی حرج نہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح ادھوری بات نقل کرنا، علمی خیانت اور عوام کو دھوکہ دینا نہیں؟ نیز اس عبارت میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کا نہیں فرمایا۔

(۶) پھر عبارت نمبر ے میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی کی طرف منسوب جو نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیرہ کتابوں کے حوالے سے حی علی الصلاۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب اور اس سے پہلے قیام کو مکروہ لکھا ہے......عرض یہ ہے کہ اس بات کو لکھ کر مصنفِ اشتہار نے یہ غالباً قطعی طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں عربی عبارات سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت بالکلیہ نہیں، کیونکہ شامیہ میں اس مقام پر ائمہ حنفیہ میں سے ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام حسن اور امام زفر رحمہم اللہ تعالی کے اقوال کا اختلاف ان حضرات کے مذاہب کی تعیین کے سلسلے میں ذکر کر رہے ہیں

اور پھر آخر میں اس قول کو ترجیح دے رہے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ کا حی علی الفلاح والا قول راجح ہے اور باقی اقوال مرجوح اور غیر معتبر ہیں اور خصوصاً حی علی الصلاۃ کا قول تو کسی سے بھی ثابت نہیں۔ حالانکہ اس پر صاحبِ اشتہار کے مسلک والے عمل پیرا ہیں۔

سوال (۴) مندرجہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر ہمارا سوال یہ ہے کہ آیا حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونا سنت کے مطابق ہے یا حی علی الفلاح پر؟ حالانکہ عبارات تمام حی علی الفلاح کے موافق ہیں اور حال یہ ہے کہ اس پر عمل بالکلیہ نہیں ہو رہا۔

چیلنج کا جواب

صاحبِ اشتہار کے چیلنج کے دو جزء ہیں۔ پہلا جزء یہ ہے کہ فقہ حنفی کی کوئی ایک مستند اور معتبر کتاب کی کوئی ایک عبارت دکھا دیں جس میں لکھا ہو کہ جب امام اور مقتدی دونوں مسجد میں ہوں اس وقت تکبیر کے دوران اللہ اکبر پر کھڑا ہونا مستحب ہے، تو اس جزء کے جواب میں عرض یہ ہے کہ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ تعالی کی عبارت والقیام لامام ومؤتم درمختار ۲۱۵/۱، اس کی صریح دلیل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حی علی الفلاح کی قید تاخیر سے ہے نہ کہ تقدیم سے، لہٰذا اگر کوئی ابتداء تکبیر سے کھڑا ہو جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ ابتداءِ تکبیر سے لے کر حی علی الفلاح تک قیام کا حکم ایک ہی یعنی مستحب ہے۔عبارت مع ترجمہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں......

(قولہ : و القیام لامام و مؤتم الخ) ...... و الظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الاقامة لا بأس و حرر (الطحطاوی علی الدر المختار ۲۱۵/۱)

ترجمہ: امام اور مقتدی کا قیام الخ......(امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کے قول سے) یہی ظاہر ہے کہ (حی علی الفلاح سے) تاخیر سے احتراز اور بچنا مقصود ہے نہ کہ اس سے قبل قیام کرنا ممنوع ہے، لہٰذا اگر کوئی اقامت کی ابتداء ہی سے قیام کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

رہا چیلنج کا دوسرا جزء کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مکروہ ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ فقہ میں مصرح اور واضح طور پر موجود ہے کہ کسی ادب اور مستحب عمل پر

اصرار ولزوم اور نہ کرنے والے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا، جس پر صاحبِ اشتہار کے مسلک والے عمل پیرا ہیں، نہ صرف مکروہ بلکہ واجب الترک بھی ہے۔

کما صرح به الطيبى فى شرح المشكوة تحت حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ فى التزام الانصراف عن اليمين بعد الصلوة، مانصه فيه ان من اصر على مندوب و جعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقداصاب منه الشيطان (الطيبى ۲/۴۴۶)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس نے امرِ مندوب پر اصرار کیا اور اس پر فرض اور واجب کی طرح عمل کرنے لگا اور شریعت کی عطا کی ہوئی رخصت پر عمل نہیں کیا اور نہ اس کو جائز سمجھا تو اس نے شیطان کی پیروی کی۔

اب ہمارا چیلنج

چونکہ صاحبِ اشتہار کے نزدیک تقدیم یعنی حی علی الفلاح سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور بقول علامہ شامی رحمہ اللہ تعالی ہمارے ائمہ ثلاثہ کا قول حی علی الفلاح کا ہے لہٰذا صاحبِ اشتہار کے یہاں حی علی الفلاح سے تقدیم مطلقاً (یعنی اس سے پہلے چاہے حی علی الصلوۃ پر قیام ہو یا ابتداءِ اقامت سے دونوں کو) مکروہ ہونا چاہیے، جبکہ صاحبِ اشتہار نے حی علی الفلاح سے تقدیم (یعنی حی علی الفلاح سے بھی پہلے حی علی الصلاۃ پر قیام کو) صراحۃً جائز بلکہ مستحب لکھا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ یہ فرق جو آپ نے کیا ہے کہ ائمہٗ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ تعالی) کی مخالفت اگر ایک کلمہ میں ہو جیسا کہ صاحبِ اشتہار کے فرقہ کا عمل ہے، تو اس میں کراہت نہیں اور اگر ایک سے زائد کلمات میں ہو تو مکروہ ہے، فقہ حنفی کی کس معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ قیامت تک تو کیا ...... قیامت کے بعد بھی مہلت ہے ...... جب چاہیں دکھا دیں۔ دیدہ باید! ......فقط واللہ سبحانہ وتعالی اعلم   کتبہ امان اللہ

دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
گریکس ماری پور، کراچی
۱۶/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ